© rasailojaraid.com

انٹرویو مدیر

اسلام میں سیاسی جماعتوں کا وجود؟

سطورِ ذیل میں مدیر محدث حافظ عبدالرحمن مدنی کا وہ انٹرویو تفصیل سے شائع کیا جا رہا ہے جو روزنامہ "وفاق" کے نمائندہ جناب جلیل الرحمان شکیل نے "اسلام میں سیاسی جماعتوں کے وجود" کے موضوع پر ان سے لیا تھا۔ اور مورخہ ۲۴ نومبر ۸۵ء کے "وفاق" میں اس کی رپورٹ شائع ہو چکی ہے۔ (ادارہ)

سوال: کیا اسلام میں سیاسی جماعتوں کے قیام کی گنجائش موجود ہے؟

جواب: اسلام میں تنظیم جماعت کا تصور، ملت کے تصور سے منسلک ہے جبکہ ملتِ اسلامیہ تین چیزوں سے تشکیل پاتی ہے۔ اللہ، قرآن اور رسول!

چونکہ ملت کا تعلق فکر و عمل کے امتیازات یا بالفاظِ دیگر اسلامی تہذیب و ثقافت کی اقدار سے ہے۔ لہٰذا اس کی تشکیل و تعبیر نبیؐ کے ہاتھوں انجام پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملت کی نسبت نبیؐ کی طرف ہوتی ہے اور وہی ملت کی وحدت کا تحفظ مہیا کرتا ہے ——— واضح رہے کہ ملت کے معنی عربی زبان میں ثبت شدہ یا لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ اور چونکہ کسی فکر کے عملی خطوط اسوۂ حسنہ کی صورت میں نبیؐ ثبت کرتا ہے، اس لیے انہی نقوش کا نام ملت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملت کی اضافت اللہ کی طرف نہیں ہوتی ——— نبی اگرچہ انسان ہونے کے ناتے دنیا سے رحلت فرما جاتا ہے۔ تاہم اس کے بعد اس کے خلفاء، اس کے جانشین کی حیثیت سے تاقیامت وحدتِ ملت کو قائم رکھتے ہیں۔ جس کے انتشار کا جرم اسلام کی نظر میں اس قدر سنگین ہے کہ اس کے مرتکب کو قتل کی سزا دی جا سکتی ہے ——— اسلامی تعلیمات میں ملت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے باغی کی موت کو جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے۔ اور ملت سے الگ رہنے والے کو آگ میں اکیلا رہنے کی وعید سنائی گئی ہے! ۔۔۔ اب ظاہر ہے کہ اسلامی سیاست، ملتِ اسلامیہ سے الگ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اسلامی سیاست بھی ملتِ اسلامیہ کی طرح انتشار و افتراق کو برداشت نہیں کرتی۔

یہ وحدتِ ملت ہی کا تصور تھا کہ استقلالِ پاکستان سے پہلے مسلمانوں نے ہندوؤں سے الگ رہنے کا مطالبہ کیا۔ جسے اگرچہ دو قومی نظریہ[1] کا نام دیا گیا لیکن درحقیقت یہ

۱؎ لفظِ قوم نے ملت کا تصور بہت حد تک بگاڑ دیا ہے۔ حالانکہ قرآنِ مجید کی رُو سے (لفظ) قوم لفظِ ملت سے بہت مختلف ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں انبیاء علیہم السلام نے ایک ہی نسل کے لوگوں کو دین کے اختلاف کے باوجود "یٰقَوْمِ" (اے میری قوم) کے لفظوں سے بار بار مخاطب فرمایا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ قریش کو بحکمِ الٰہی یوں مخاطب فرمایا:

"قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" (الزمر: ۳۹)

کہ "(اے نبیؐ!) آپ فرما دیجئے، "اے میری قوم، تم اپنی جگہ عمل کرو، میں اپنی جگہ عمل کرنے والا ہوں۔ (نتیجہ) تم عنقریب دیکھ لو گے!"

چنانچہ اگر مذہب کی بنیاد پر قوم بنتی ہو تو کسی پیغمبرؑ کا اپنے مذہب سے اختلاف رکھنے والوں کو "اے میری قوم" کے الفاظ سے پکارنا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآنِ مجید میں ہے:

"قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۝ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ ۔۔۔۔ الآیۃ!" (ابتداء پ ۹)

کہ "شعیبؑ کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا، "اے شعیبؑ، ہم تجھے اور تیرے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے، یا پھر تم ہماری ملت میں لوٹ آؤ گے" شعیبؑ نے فرمایا، "اگرچہ ہم اس بات کو ناپسند ہی کرتے ہوں؟" ———

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں اور ہندوؤں کی دو الگ الگ ملّتیں تسلیم کرنے کا نظریہ تھا ــــــ اور پاکستان بن جانے کے بعد اگر مسلمانوں کے ایک ملّت ہونے کا تصور ختم کر دیا جائے، تو پاکستان کے وجود کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

اس ساری بحث سے مقصود یہ ہے کہ اسلامی سیاست، ملّتِ اسلامیہ سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اور چونکہ ملّتِ اسلامیہ میں انتشار و افتراق ایک سنگین جرم ہے، لہٰذا ایسی سیاست جو انتشار و افتراق کے بیج بوتی ہو، اسلامی سیاست ہو ہی نہیں سکتی۔ واضح رہے کہ اسلامی سیاست، اسلامی مملکت میں کتاب و سنّت کے مطابق نظم و نسق چلانے اور عوام کی اس کے مطابق تربیت کرنے کا نام ہے ــــــ "سیاست" کے لغوی معنے "سدھانے" کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے اور انہیں خاص استعمال کے لیے سدھانے والے شخص کو "سائیس" کہا جاتا ہے ــــــ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج کے پاکستانی سیاستدان کتاب و سنّت کی واضح تعلیمات سے چشم پوشی کرتے ہوئے مغرب کے جمہوری نظام پر نثار ہونے کو اپنے لیے بڑائی اور قابلِ فخر خیال کرتے ہیں اور اس کے باوجود اسے اسلامی سیاست کا نام دیتے ہیں۔

اسلام سیاسی جماعتوں کے وجود کو، ان کے لازمہ انتشار و افتراق کی بناء پر برداشت کر ہی نہیں سکتا ــــــ علاوہ ازیں اسلام میں طلبِ اقتدار خرابی کی جڑ ہے۔ اور اس کی نظر میں سیاسی جماعتیں تو کجا، کسی فرد کا بھی اقتدار کی غرض سے میدان میں اترنا بغاوت ہے۔

(بقیہ حاشیہ) "آپ نے مزید فرمایا کہ، " اگر ہم تمہاری ملّت میں لوٹ گئے، تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے (حالانکہ ایسا نہیں ہے) ...... !"

معلوم ہوا کہ قوم کا لفظ مذہبی اختلاف رکھنے والوں کے مابین مشترک ہے۔ جبکہ مذہب کی بنیاد پر صرف ملّت بنتی ہے ــــــ یہی وجہ ہے کہ شعیبؑ اور آپؑ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی ملّت قرآنِ مجید نے ان کی اپنی ہی قوم کی ملّت سے جدا بتلائی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے ہندوؤں سے الگ رہنے کے مطالبہ کو دو قومی نظریہ کا نام دینا غلط ہے۔ اور دراصل یہ ہندو اور مسلم کی دو الگ الگ ملّتوں کا نظریہ تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشرطیکہ اسلامی نظام کم از کم اپنی بنیاد کی حد تک قائم ہو، اور جو کتاب و سنت کی دستوری حیثیت تسلیم کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اقتدار کے لیے نہ تو فرد و جماعت کا تصور اسلامی ہے اور نہ ہی اسلام اشتراکیت کی طرح یک جماعتی نظام کا قائل ہے۔ بلکہ اسلامی مملکت میں ایک طرف ملت کے افراد ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف انتظامیہ کے افراد، جن کے جملہ حقوق کتاب و سنت متعین کرتے ہیں، اور جن سے سرتابی کسی کے لیے جائز نہیں ہوتی۔ کتاب و سنت کی روشنی میں راعی اور رعایا (افرادِ ملت اور انتظامیہ) بیعت کی صورت میں عہد و پیمان کرتے ہیں۔ جس کے بعد ہر فردِ ملت کے بنیادی حقوق کی ذمہ داری حاکم پر واجب ہو جاتی ہے۔ جبکہ کتاب و سنت کے دائرے میں فرد پر حاکم کی اطاعت بھی فرض ہوتی ہے۔

اسلام میں طلبِ اقتدار کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی تعیین سُنتِ رسول اللہ سے یوں ہوتی ہے کہ آپؐ اپنے جملہ خطوط میں، جو آپؐ نے اپنے دور کے غیر ملکی حکام کو لکھے، یہ الفاظ ضرور لکھوایا کرتے تھے:

"اَسْلِمْ تَسْلَمْ!"

کہ "مسلمان ہو جاؤ، تم مع اپنی حکومت کے سلامت رہو گے!"

چنانچہ بحرین وغیرہ کے حکام نے جب اسلام قبول کرنے سے قبل یہ شرط پیش کی کہ ہماری حکومت ہمارے پاس رہے گی، تو آپؐ نے اس شرط کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا اسلام بھی قبول کر لیا تھا ——— یاد رہے کہ اسلام جہاں بانی کے لیے نہیں آیا، بلکہ وہ حاملینِ اقتدار کو اللہ کی غلامی قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگِ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے نمائندہ جناب ربعی بن عامر سے جب فارسی فوجوں کے سردار نے پوچھا کہ "آپ پوری دنیا کو فتح کرنے کے لیے کیوں کھڑے ہو گئے ہیں اور آپ کے مقاصد کیا ہیں؟ تو ربعی بن عامر نے یہی جواب دیا تھا کہ "ہم لوگوں کو انہی جیسے انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ رب العالمین کی غلامی میں لانا چاہتے اور انسانیت کو ظلم و ستم کے شکنجے سے نکال کر انہیں امن و امان اور سکھ چین دینا چاہتے ہیں۔"

اس کے برعکس سیاسی جماعتوں کا وجود طلبِ اقتدار کے تصور پر قائم ہے۔ چنانچہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے لیے جہاں وہ اپنے بارے میں مبالغہ آمیز پروپیگنڈہ کرتی ہیں، وہاں دوسروں کی عیب جوئی بھی ان کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ حالانکہ اسلام کی نظر میں یہ دونوں فعل مذموم ہیں۔ اور قرآنِ مجید نے غلط کار لوگوں کے لیے ایسی تعریف، جس کے وہ مستحق نہ ہوں، قابلِ مذمت قرار دینے کے ساتھ ساتھ غیبت اور عیب جوئی پر بھی کڑی پابندی عائد کی ہے۔ اسلامی فلسفہ تاریخ کی رُو سے مذہبی اور سیاسی گروہ بندیاں ناجائز تعصب اور ضد سے جنم لیتی ہیں۔ جیسے قرآنِ مجید نے "بَغْيًا بَيْنَهُمْ" (یا ہمی سرکشی) سے منسوب کر کے، انتشار و افتراق کی بنیادی وجہ قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآنِ مجید نے فکری اور مذہبی گروہ بندی کو اللہ اور اس کے رسول ؐ سے بیزاری اور شرک کے مترادف قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا" (الروم: ۳۱:۳۲)

کہ "مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ یعنی ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے اپنے دین کو تفرقہ کی بھینٹ چڑھا دیا اور گروہ بندیاں قائم کر لیں!"

نمائندہ وفاق: لیکن حدیث میں تو ہے کہ "میری اُمت کا اختلاف رحمت کا باعث ہے"؟

مدیرِ محدث: یہ حدیث من گھڑت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرامینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، اختلاف و نزاع کو خیر و بھلائی کے اُٹھنے کا سبب بتایا گیا ہے۔ اور قرآنِ مجید نے اسے اللہ رب العزت کے عذابوں میں سے ایک عذاب بتلایا ہے کہ لوگ گروہوں میں بٹ کر اپنی صلاحیتیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ـــ الآية" (الانعام: ۶۵)

کہ "اے نبی ؐ! آپ فرما دیجئے، تمہارا رب اس پر قادر ہے کہ عذاب تمہارے اوپر سے تم پر نازل کر دے، یا یہ تمہارے قدموں کے نیچے سے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے تاکہ تم ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھ سکو!"

اس کے بالکل برعکس قرآنِ مجید نے اختلاف و نزاع سے نکل جانے اور باہمی اتحاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمت بتلایا ہے ۔۔۔۔ فرمایا:

"وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا"

(آلِ عمران : ۱۰۳)

کہ "اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو، کہ تم آپس میں دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں باہمی الفت ڈال دی۔ اور اللہ کی اس نعمت کے سبب تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے!"

چنانچہ قرآن کریم نے جگہ جگہ جس اتمامِ نعمت کا ذکر فرمایا ہے، وہ مسلمانوں کا باہمی اتفاق و یگانگت بلکہ عالمگیر اتحاد ہے۔ جبکہ سیاسی جماعتیں اُمت میں انتشار کا باعث بننے کے علاوہ طرح طرح کی خرابیوں کو جنم دیتی ہیں، جن میں دھونس، دھاندلی کے ساتھ ساتھ نسلی، علاقائی اور مذہبی تعصبات کو بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے اقتدار کے لیے فتنہ و فساد اور کشت و خون کے دروازے کھول دیتی ہیں۔ ہاں دھوکا دینے کے لیے اس کشت و خون کی نذر ہو جانے والوں کو "سیاسی شہید" کہہ کر پکارا جاتا ہے ۔۔۔۔ درسگاہوں میں آج کی یہ ساری ہنگامہ آرائی، جو تعلیمی ضیاع کے علاوہ نوجوانوں کو تخریب کاری کی طرف بھی مائل کرتی ہے، اسی جتھہ بندی اور گروہ بندی کا نتیجہ ہے ۔۔۔۔ مختصر یہ کہ وہ کام جو شیطان کرنا چاہتا ہے، سیاسی پارٹیاں اسے بخوبی انجام دیتی ہیں۔ اور قرآنِ کریم میں مذکور اس "ابلیسیت" کو کامیاب بناتی ہیں جس کا مقصد وحید، انسانوں کو توحید پر جمع کر دینے کی بجائے، انہیں مختلف پارٹیوں میں تقسیم کر دینا ہے۔ اللہ ہمیں ابلیس کی فریب کاریوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واضح رہے کہ جہاں تک کسی ملک میں انتظامی یونٹوں کا تعلق ہے، تو کوئی علاقہ یا ملک اپنی وسعت کے اعتبار سے کئی انتظامی وحدتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ان کا باہمی ربط، وحدتِ ملّت کی صورت میں قائم رہے گا۔ اسی طرح علمی، ادبی، سائنسی اور دیگر ملّی خدمات کے بیشمار شعبے انجمنوں اور اداروں کی صورت میں قائم ہو سکتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن ان کی حیثیت فنی اور تکنیکی ہو گی —— یہ نہ تو وحدتِ ملت کے تصور کے خلاف ہیں اور نہ ہی انہیں سیاسی جماعتوں یا پارٹیوں کا نام دیا جا سکتا ہے۔ بالخصوص اس لیے کہ جدید تصورِ سیاسیات کے مطابق، سیاسی جماعتیں اپنے اقتدار کی خاطر اپنا الگ الگ منشور لے کر میدانِ عمل میں اترتی ہیں۔ لہٰذا ان انتظامی یا فنی اداروں کو ان پر قیاس کرنا غلط ہو گا۔

سوال: اگر سیاسی جماعتیں موجود نہ ہوں گی، تو کسی اسلامی مملکت میں خلیفہ یا امیر کے چناؤ یا انتخاب کا طریقہ کیا ہو گا اور خلافت و حکومت کی تشکیل کیسے ممکن ہو گی؟

جواب: اسلام میں جملہ اہم انتظامی امور "وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" کے تحت باہمی مشاورت سے انجام پاتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انتخاب امیر کا ہو گا یا اصحابِ شوریٰ کا، تو میں بیان کر چکا ہوں کہ اسلام میں نظم و جماعت کا تعلق ملت سے وابستہ ہے۔ لہٰذا اسلام میں شوریٰ اور انتظامی بالادستی بھی ملت ہی سے اٹھتی ہے۔ بالفاظِ دیگر اسلامی مملکت کے حکام اور اصحابِ شوریٰ، ملّی راہنما ہوا کرتے ہیں۔ جبکہ یہ ملّی راہنمائی دین کی پختگی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عملی قرب کو مستلزم ہے۔ جس قدر کوئی شخص دیندار اور سنتِ رسول اللہؐ کے زیادہ قریب ہو گا، اسی قدر ملت میں اس کا مقام و مرتبہ بلند تر ہو گا —— "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" کا یہی مطلب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خلفاء اربعہ، جنہیں خلفائے راشدینؓ کہا جاتا ہے، سب کے سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ یعنی دنیا ہی میں انہیں جنت کی خوشخبری مل چکی تھی۔ لہٰذا ان کی ملّی حیثیت بھی مسلّمہ تھی —— چنانچہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے، شوریٰ کی تشکیل اور انتخابِ خلیفہ کے سلسلہ میں جو مثالی کمیٹی تشکیل دی تھی، وہ اس سلسلہ میں ہمارے لیے راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کمیٹی کے لیے، عشرہ مبشرہ ہی میں سے (سوائے حضرت عمرؓ کے بہنوئی سعید بن زیدؓ کے، تاکہ اقرباپروری کا الزام آپؓ پر نہ آئے[1]) جملہ اصحاب کو نامزد

---

[1] یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی دلجوئی کے لیے لوگوں کو ان سے مشورہ لینے کی تلقین فرمائی تھی، تاہم انہیں خلیفہ بنانے سے روک دیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا گیا تھا۔ اور خلفائے راشدینؓ کا سارا انتخاب اور اس سلسلہ کے مشورہ جات انہی ملی راہنماؤں کے گرد گھوم رہے ہیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحابِ شوریٰ بھی یہی لوگ تھے۔ خلفائے راشدینؓ کے انتخاب کے سلسلہ میں حصولِ مشورہ، یا کسی کو کوئی انتظامی عہدہ دینے کے لیے کبھی بھی کسی علاقہ یا آبادی کی نمائندگی کا خیال نہیں رکھا گیا۔ ورنہ ضرور مدینہ کے علاوہ دیگر علاقوں سے بھی، آبادی یا نمائندگی کی بنیاد پر استصواب ہوتا اور تاریخ اسلامی بھی اس سلسلہ میں یوں خاموش نہ ہوتی! ——— البتہ عوام کے اعتماد کا خیال رکھنا کامیاب خلیفہ کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام حکام کے لیے، انسانوں کی بہبودی کی خاطر، دین اور اہلِ دین کا معتمد ہونا ضروری قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکام اور شوریٰ کے لیے ہمیشہ ملی راہنماؤں کو درجہ بدرجہ اہمیت دی جاتی رہی۔ مدینہ میں آبادی کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ملی راہنما ہونے کی حیثیت سے جملہ اہم لوگ موجود رہتے تھے ——— حکام کا انتخاب بھی انہی میں سے ہوتا رہا اور اصحابِ شوریٰ بھی یہی لوگ رہے۔

سرمایہ اور جاگیر کی بنیاد پر ملت کی راہنمائی اسلام تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی نسلی یا علاقائی نمائندگی اس کی بنیاد ہے، بلکہ اس کی بنیاد دین و ملت ہیں۔

مختصر یہ کہ ملی راہنما وہ ہیں جو زیادہ متقی، متدین اور سنتِ رسول اللہ سے قریب تر ہوں گے، یہی اصحابِ شوریٰ ہوں گے اور انہی میں سے خلیفہ کا انتخاب ہوگا۔

جہاں تک اصحابِ شوریٰ اور خلیفہ کی باہمی مشاورت کا تعلق ہے، تو خلیفہ کے جملہ فیصلہ جات ملی راہنماؤں کے تجربات اور دلائل سے حاصل ہوتے چاہئیں ——— کامیاب مشورہ وہی ہوتا ہے جو شوریٰ کے باہمی تبادلۂ خیال سے مستنبط ہو ——— کسی مسئلہ میں اگر پوری کوشش کے باوجود اتفاقِ رائے نہ ہو سکے، تو امیر کو صاحبِ امر ہونے کی حیثیت سے اختیار حاصل ہے کہ وہ آخری فیصلہ کرے۔

سوال: کیا اسلام میں ریفرنڈم کی گنجائش موجود ہے؟

جواب: کسی اہم مسئلہ میں عوامی رائے معلوم کرنے کے لیے استصواب کی گنجائش اسلامی تعلیمات میں موجود ہے۔ تاہم عوامی رائے سے کتاب و سنت کی کسی تعبیر یا اسلامی مسلک کی تشریح پر صاد کروانے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ اجماع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف اجتہادی بصیرت رکھنے والوں کا کام ہوتا ہے جو کتاب و سنت کے ماہرین ہوں۔ ——— نہ کہ ان لوگوں کا جو ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی محض ہاتھ کھڑے کر سکتے ہوں۔

سوال: کیا آپ انصاری کمیشن کی رپورٹ سے متفق ہیں؟

جواب: انصاری کمیشن کی رپورٹ میں دراصل موجودہ مغربی نظاموں اور سیاسی جماعتوں کی خرابیوں کے پیشِ نظر ان کے مفاسد کو دور کرنے کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ لیکن اسلام کے تنظیم و جماعت کے بنیادی تصور، جس پر اسلامی معاشرہ اور اسلامی سیاست کا انحصار ہے، کا کوئی منظم فکر اس میں موجود نہیں ہے، اور غالباً اس کمیشن کا دائرۂ کار بھی یہ نہ تھا۔ بہرحال جب تک ملت کا اسلامی تصور پیشِ نظر نہ ہو، سیاست و حکومت کو مسلمان نہیں بنایا جا سکتا اور یہ کوششیں لاحاصل ہی ہوں گی ———

حقیقت یہ ہے کہ حکومت کی خرابیوں کو دور کرنے اور اسے مسلمان بنانے کے لیے ہمارے ہاں انتخابات کا تصور اور اصلاحی تجاویز ایک موہوم خیال ہے۔ ہاں اگر حکومت کتاب و سنت کی بالادستی تسلیم کرے، تو اس کی روشنی میں اور اس کے دائرہ میں رہتے ہوئے حکومت کی ساری خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔ ورنہ حکومت اگر شریعت کی بالادستی تسلیم نہیں کرتی۔ اور خود ساختہ قوانین یا اپنی مخصوص تعبیرات ہی کو اسلام کی حیثیت سے منوانا چاہتی ہے، تو اس کا واحد راستہ انتخابات کی بجائے جہاد ہے ——— یاد رہے کہ جہاد صرف قتال کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ تو طاقت کی موجودگی میں آخری طریقۂ کار ہے ——— ورنہ انفرادی اصلاح سے لے کر معاشرے میں شریعت کی عملداری تک کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں کوشش کرنے کا نام بھی جہاد ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو بنیادی جذبہ کارفرما ہوتا ہے، وہ حکام اور عوام کی خیر خواہی ہے نہ کہ ذاتی اقتدار کا حصول! ——— ہاں اس راہ میں سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ انسان، فرد و معاشرہ کی اصلاح و فلاح کے لیے اپنی جان تک نذر کر دے۔

سوال: کیا پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کتاب و سنت سے متصادم ہوگا؟

جواب: پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کو، اسلام میں سیاسی پارٹیوں کے وجود کو تسلیم کر لینے کے بعد ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سیاسی اور مذہبی گروہ بندی جائز نہیں۔ ہاں مختلف امور انجام دینے کے لیے علمی، فنی اور تکنیکی انجمنیں تشکیل دی جا سکتی ہیں۔ جن کی حیثیت متنوع اداروں کی ہوگی۔ سیاسی جماعتوں یا مذہبی دھڑوں سے ان اداروں کا کوئی میل نہیں ہے۔ تاہم اگر یہی انجمنیں یا ادارے کسی وقت علم وفن سے الگ ہو کر جتھہ بندی شروع کر دیں تو یہ بھی فی سبیل اللہ فساد پھیلانے کے زمرہ میں داخل ہوں گی۔ حتیٰ کہ قرآنِ کریم میں تو ایسی مسجد کو بھی، باوجود اس کے کہ مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت مسلّمہ ہے، 'مسجدِ ضرار' کا نام دیا گیا ہے جو گروہ بندی کا باعث بنے! —— پھر ان سیاسی پارٹیوں کی کیا حیثیت ہے جو حصولِ اقتدار کے جتنوں میں نہ صرف اسلامی اصولوں سے روگردانی کرتی ہیں، بلکہ اُمتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق کا باعث بھی بنتی ہیں، بالخصوص جبکہ حصولِ اقتدار کی خواہش بجائے خود بھی اسلام کی نظر میں نہ صرف ایک مذموم فعل ہے بلکہ بغاوت کے زمرہ میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ سنّت کے ہاں حضرت علیؓ کے بالمقابل حضرت امیر معاویہؓ کی حصولِ اقتدار کی کوششوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی روشنی میں بغاوت سمجھا جاتا ہے —— ہاں جب حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو اب امیر معاویہؓ 'خلیفۃ المسلمین' قرار پائے۔ یاد رہے کہ جو لوگ آج بھی انہیں ملوکیت کا داعی یا بانی قرار دیتے ہیں، وہ نہایت غلطی پر ہیں۔ اس لیے کہ آپؓ، حضرت حسنؓ کی دستبرداری کے بعد متفقہ طور پر مسلمانوں کے خلیفہ قرار پائے تھے اور آپؓ کے ہاتھ پر منجملہ دیگر صحابہؓ کے، خود حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے بھی بیعت کی تھی۔ لہٰذا اگر وہ ملوکیت کے داعی یا بانی ہوتے تو یہ حضرات انہیں کبھی خلیفہ تسلیم نہ کرتے! —— اور یہیں سے یہ فرق واضح ہو رہا ہے کہ امیر معاویہؓ، جب اپنے عملی رویہ سے حضرت علیؓ کے بالمقابل اقتدار کے لیے کوشاں تھے، ان کی حیثیت باغی کی تھی۔ لیکن جب ان کو اقتدار دینا ہی مسلمانوں کی مصلحت قرار پایا، اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق حضرت حسنؓ نے مسلمانوں کی صلح کے خیال سے خلافت سے دستبرداری کے بعد پورا کر دیا تو امیر معاویہؓ خلیفہ تسلیم کر لیے گئے۔ اور اب ان کی حیثیت باغی کے بجائے برحق خلیفہ کی تھی —— گویا اقتدار حاصل کرنا اور اقتدار پر قائم ہونا، ان دونوں چیزوں کا حکم شریعت میں مختلف ہے۔ جب کوئی شخص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتدار پر قائم ہو تو اس وقت مسلمانوں کی خیر خواہی اور فتنہ انگیزی دو چیزیں پیشِ نظر ہوتی ہیں۔ اور صاحبِ اقتدار کے لیے کم از کم شرائط' اولاً انفرادی طور پر مسلمان ہونا اور ثانیاً سیاسی طور پر کتاب و سنت کی دستوری حیثیت کو تسلیم کرنا' کافی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اندریں صورت اس کے خلاف فتنہ کھڑا کرنا اُمت کے لیے خیر خواہی نہیں ہوتی۔

(حافظ عبدالرحمان مدنی)

شعر و ادب

نعت

جناب اسرار احمد سہاوری

انہیں شامل تو کر لوں داستاں میں — یہ مشکل ہے کہاں وُہ اور کہاں میں
تکلف برطرف یہ بات سچ ہے — نہیں ہوں نعت کے شایانِ شاں میں
رسائی اُن کی ہے عرشِ بریں تک — سیہ بخت و نصیبِ دشمناں میں
ادا میں حق کروں ان کی مدح کا! — نہیں ہے یہ میرے وہم و گماں میں
متاعِ کن فعاں کے وُہ ہیں مالک — زلف بُردہ متاعِ رائیگاں میں
جہانِ آب و گِل کی بات کیا ہے — نہیں ان کا مقابل دو جہاں میں
ہے اُن کی آمد آمد کا قرینہ — جڑی وارفتگی ہے لامعاں میں
ستارے اُن کے جو زیرِ قدم تھے — سجائے ہیں کسی نے کہکشاں میں
تڑپ جائیں جسے سُن کر مسلماں — اثر اتنا تو ہے میری زباں میں
اُدھر دشمن ہوئے ہیں غرقِ آہن — ادھر ٹوٹی ہوئی ناقص کماں میں
خدا محفوظ رکھے ہر بَلا سے — نہیں کوئی محافظ کارواں میں
جہاں دل ساتھ دے قول و عمل کا — وہیں تاثیر آتی ہے زباں میں
غلامی ان کی راس آئی ہے اسرار — بنا ہوں ان کی مدحت کا نشاں میں

© rasailojaraid.com